صفت غفار اور آنحضرتؐ کا استغفار

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍ مارچ ۱۹۸۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیاتِ قرآنیہ تلاوت فرمائیں:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (البقرۃ: ۲۸۵، ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا مضمون بہت ہی وسیع ہے اور جیسا کہ اس لفظ کے معانی میں ڈھانکنا، ڈھانپ لینا پایا جاتا ہے اسی طرح یہ صفت مغفرت بھی انسانی زندگی کے سارے اعمال کو ڈھانپے ہوئے ہے خواہ وہ تعلق باللہ کے اعمال ہوں یعنی اللہ سے تعلق رکھنے والے یا حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے اعمال ہوں۔ یہ بہت ہی وسیع مضمون ہے جس کو قرآن کریم نے مختلف پیرائے میں مختلف مواقع پر بیان فرمایا اور اس صفت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یہ ممکن نہیں کہ تھوڑے وقت میں اسے بیان کیا جاسکے۔ ویسے تو قرآن کریم میں کوئی ایک بھی آیت ایسی نہیں جس سے مضامین کے

چشمے نہ پھوٹتے ہوں اور ان پر انسان کسی صورت میں بھی حاوی ہو سکے۔ چنانچہ قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر پر حاوی ہونے کا دعویٰ ہی ایک نہایت متکبرانہ دعویٰ ہے اور بالکل جھوٹا دعویٰ ہے۔ تو ان معنوں میں تو ہر آیت بہت وسیع معانی رکھتی ہے لیکن جب ہم عرف عام میں بات کرتے ہیں تو ان آیات میں سے بعض آیات اور صفات باری تعالیٰ میں سے بعض صفات اندورنی نسبت کے لحاظ سے زیادہ وسیع المعنیٰ ہوتی ہیں۔ پس ان معنوں میں جب میں کہتا ہوں کہ صفت غفوریت یا غفاریت یا مغفرت ایک بہت ہی وسیع صفت ہے تو مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اندورنی تناسب اور اندورنی تعلق کے لحاظ سے یہ بہت وسیع المعنیٰ صفت ہے۔ اس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعض لوگ مغفرت کے ایسے معانی اپنے ذہنوں میں بٹھا لیتے ہیں جس سے وہ گناہ پر جرأت کرنے لگتے ہیں اور ان کی طبیعت میں بے باکی پیدا ہوتی ہے اور بعض دفعہ دوسری انتہا پر جا کر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس کے معانی نہ سمجھنے کے نتیجہ میں جو حقیقی روح ہے اس سے غافل رہتے ہیں اور جس رنگ میں خدا تعالیٰ کی صفت مغفرت سے استفادہ کرنا چاہئے اس استفادہ کی توفیق نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت مختلف بندوں کے تعلق میں مختلف معانی اختیار کرتی چلی جاتی ہے اور قرآن اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اس کے نہایت اعلیٰ اور ارفع معانی ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے تعلق میں بیان ہوئے اور ادنیٰ معانی ایسے گناہگاروں کے حق میں بھی بیان ہوئے کہ جن کے اعمال نامہ میں کچھ بھی ایسا نیکی کا فعل نہیں تھا، کوئی ایسی خدا تعالیٰ کی مغفرت کو جذب کرنے والی خوبی نہیں تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے لازماً وہ لوگ جہنمی ہو چکے لیکن خدا تعالیٰ کی صفت مغفرت نے ان کو بھی بچالیا۔ پس ان دو انتہاؤں کے درمیان سالکین کے جتنے مراتب ہیں ان سب پر اللہ تعالیٰ کی صفت مغفرت پھیلی پڑی ہے یعنی کچی پکی کا امتحان دینا ہو تو وہاں بھی صفت مغفرت ایک پرچہ ڈالے گی اور سب سے اعلیٰ درجہ کا امتحان دینا ہو اور اس میں بھی انتہائی اعلیٰ مقام کے نمبر حاصل کرنے ہوں تو اس کے لئے بھی صفت مغفرت ایک پرچہ ڈالے گی اور یہی مغفرت کی صفت مختلف رنگ میں، مختلف روپ میں انسان پر ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔

آج میں نے جس آیت کا انتخاب کیا ہے اس میں سب سے اعلیٰ اور ارفع معانی صفت مغفرت کے بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق حضرت اقدس محمد ﷺ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ ان سب چیزوں پر ایمان لے آئے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئیں اور آپ کی غلامی میں، آپ کی اطاعت میں مومن بھی درجہ بدرجہ ان چیزوں پر ایمان لے آئے۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر ایمان لانے کا حق ادا کیا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور فرشتوں پر ایمان لے آئے اور کتب پر ایمان لے آئے، اور رسولوں پر ایمان لے آئے اور یہ کہا کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جو سب رسولوں سے افضل ہیں ان کے انکسار کا عالم اپنے رب کے حضور یہ تھا کہ خود بھی یہی کہا اور اپنے ماننے والوں کو بھی یہی تعلیم دی کہ خدا کی طرف سے جو بھی آئے، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ہو ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور صرف ایمان کی حد تک نہیں بلکہ اعمال میں بھی وہ درجۂ کمال کو پہنچ گئے اور انہوں نے یہ عرض کی اپنے رب سے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور کوئی فرق نہیں رہنے دیا سننے اور اطاعت کے درمیان، کوئی فاصلہ نہیں چھوڑا تیرے احکام اور ان کی بجا آوری کے مابین سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

اس کے بعد مغفرت کے وہ کیا معنی لیتے ہیں اس کا ذکر ہے اور یہاں میں دو معنوں میں غُفْرَانَكَ رَبَّنَا کی تفسیر کروں گا۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود وہ یہ عرض کرتے ہیں اپنے رب سے کہ ان اعمال سے ہم کوئی درجہ نہیں پا سکتے، کسی ثواب کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ان سب کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا کوئی اجر نہیں کیونکہ یہ ساری طاقتیں تو نے ہی عطا فرمائی تھیں۔ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اس انتہائی بلندی کے مقام پر پہنچنے کے باوجود ہم تیری مغفرت کے طالب ہیں کہ تیری ہی مغفرت کے نتیجہ میں ہم معاف کئے جائیں گے اور ہمیں اجر عطا کئے جائیں گے۔

دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ یہ سب کچھ تیرے غفران کے نتیجہ میں ہوا تھا۔ انسان کو ذاتی طور پر معصوم ہونے کی طاقت ہی نہیں ہے، ناممکن ہے کہ وہ گناہوں سے بچ سکے سوائے اس کے کہ تیری مغفرت اس کو حاصل ہو اس لئے یہ مرتبہ جو ہمیں عطا ہوا ہمیں پورا احساس ہے، ہم عارفانہ طور پر یہ بات جانتے ہیں کہ محض تیری غفاری کے نتیجہ میں تیری مغفرت کی عطا کے طور پر ہمیں یہ معصومیت عطا ہوئی کہ ہم سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہنے کے مقام پر کھڑا کئے گئے۔

پس مغفرت کے یہ دو معانی ہیں جو نہایت اعلیٰ اور ارفع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے متعلق

جب بھی لفظ مغفرت استعمال ہوا ہے یا آپ ؐ نے استغفار کا لفظ اپنے لئے استعمال فرمایا علی الخصوص ان دو معنوں میں وہ استعمال ہوا ہے ۔یعنی گناہوں کی بخشش کے معنوں میں نہیں بلکہ گناہ نہ کرنے کے باوجود انکساری کی انتہا کے طور پر یہ عرض کرنے کے معنوں میں ہے کہ اے خدا! ان سب باتوں کے باوجود انسان فِــیْ ذَاتِــہٖ کسی چیز کا مستحق نہیں ہے، جب تک تیری مغفرت نصیب نہ ہو اس وقت تک کوئی انسان بخشش کا دعویٰ نہیں کر سکتا، نجات کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ تیری عطا کے سوا، تیری مغفرت کے سوا کوئی انسان معصوم بن ہی نہیں سکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان معانی کو بڑی وضاحت سے مختلف مواقع پر بیان فرماتے ہوئے مستشرقین اور دیگر معاندین اسلام کے ان اعتراضوں کو رد کیا جو یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو! تمہارا رسول تو کثرت سے استغفار کرتا تھا اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ دن میں سوسو بار آنحضور ﷺ استغفار فرمایا کرتے تھے۔تو انہوں نے اپنی جہالت اور نادانی میں یہ اعتراض کئے کہ ثابت ہوا کہ بہت ہی گناہگار تھے۔نعوذ باللہ من ذالک۔استغفار کا تو مطلب ہے گناہ بخشنا پس جس نے زیادہ گناہ کئے اس نے زیادہ استغفار کی، اور اپنی نادانی میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام پر یہ الزام لگایا کہ گویا وہ استغفار نہیں کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دوسرے معنے کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔آپؑ نے فرمایا کہ غَـفَـرَ کا اصل معنی ہے ڈھانپ لینا اور گناہوں سے دور کر دینا، انسان کے گناہوں اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دینا یعنی انسان کے اندر سے گناہ کی خواہش کو تلف کر دینا اور گناہ کے مواقع سے اس کو دور رکھنا۔پس آنحضرت ﷺ جب خدا تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے تھے تو ان معنوں میں استغفار کرتے تھے کہ اے خدا! پہلے بھی مجھے جو کامل معصومیت عطا ہوئی وہ تیری مغفرت کے نتیجہ میں ہوئی، تو نے میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ہمیشہ فاصلہ رکھا یہاں تک کہ ایک موقع پر فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا یعنی نفس امّارہ میں برے اعمال کے احکام کی طاقت ہی باقی نہیں رہی۔ پس ان معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ استغفار فرمایا کرتے تھے اور آئندہ کے لئے بھی کہ اے خدا! جیسا حسن سلوک تو نے مجھ سے سابقہ زندگی میں فرمایا، آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے مجھے گناہوں سے دور رکھنا اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان فاصلے ڈال دینا، روکیں کھڑی کر دینا۔

پس جب خدا تعالیٰ آنحضور ﷺ کے متعلق فرماتا ہے لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:۳) تو مراد یہی ہے کہ تجھے جس طرح پہلے ہر گناہ سے دور رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح آئندہ بھی تجھے ہر گناہ سے دور رکھنے کا وعدہ کرتا ہے اور گناہ کے قریب بھی تو نہیں پھٹکے گا یا گناہ کو توفیق نہیں ہوگی کہ تیرے قریب پھٹک سکے۔ پس ان معنوں میں جب ہم غور کرتے ہیں تو پھر ان احادیث کی سمجھ آتی ہے جن میں آنحضور ﷺ کثرت سے استغفار فرماتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم میں دن بھر میں ستّر (70) مرتبہ سے زائد دفعہ توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔ (سنن الترمذی کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ باب فی دعاء النبی ﷺ)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ایک ہی مجلس میں ہم بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضور ﷺ نے سو مرتبہ سے زائد دفعہ یہ دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ

اے میرے رب! میری مغفرت فرما وَتُبْ عَلَیّ اور میری توبہ کو قبول کرتا ہوا مجھ پر جھک اور مجھ پر رحم فرما، انّک انت التّواب الغفور تو بہت ہی توبہ کو قبول کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب فی الاستغفار)

یہاں ایک شبہ پڑتا ہے کہ اگر یہ تفصیل درست ہے تو پھر توبہ کا کیا تعلق ہے۔ توبہ تو عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایسے گناہوں سے کی جاتی ہے جو انسان سے سرزد ہوں اور آئندہ سے ان سے باز رہنے کے لئے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اس کا نام توبہ ہے۔ تو جیسا کہ میں آگے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس پیش کروں گا اس الجھن سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاریکی کو دور فرمایا اور ہمارے لئے روشنی کا سامان پیدا کیا۔ چنانچہ ان معنوں میں کہ خدا تعالیٰ سے گناہوں سے دور رہنے کی دعا کی جائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف انداز میں جماعت کو نصیحت فرمائی اور اس طرف توجہ دلائی کہ توبہ کے ادنیٰ معنوں سے بہت بڑھ کر توبہ کے اعلیٰ معنی کی طرف توجہ کرو اور استغفار کے ادنیٰ معنوں سے بہت بڑھ کر استغفار کے اعلیٰ معنوں کی طرف توجہ کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمام دنیا کے تم مربی بن جاؤ اور تمام دنیا کے لئے راحت و

اطمینان کا سامان کرو اور اس کو فلاح اور کامیابی کی خوش خبری دو تو ضروری ہے کہ اپنے لئے ہر معنی میں بہترین چیز کے طلب گار ہو جاؤ۔ پس اس طرف سے ہماری توجہ ہٹا کر کہ ہم گناہ کرتے چلے جائیں اور خدا تعالیٰ سے مغفرت ان معنوں میں مانگیں کہ ہم نے جو گناہ کیا ہے ان کو ڈھانپ دے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت ہی اعلیٰ رنگ میں، نہایت ہی پیارے اور اثر انداز ہونے والے رنگ میں جماعت احمدیہ کو اس طرف متوجہ کیا کہ جس طرح آنحضور ﷺ استغفار کیا کرتے تھے انہی معنوں میں تم بھی استغفار کرو۔ چنانچہ حضورؑ اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں

''جو لوگ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے اقرار رکھتے ہیں کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا تھا ادا نہ کر سکے۔''

اب یہاں توبہ کے معنی سمجھ آ گئے کہ توبہ کن معنوں میں آنحضور ﷺ فرماتے ہیں اور کن معنوں میں اس توبہ اور استغفار کا تعلق ہے۔ اپنی ساری کوششیں خدا کی راہ میں صرف کرنے کے باوجود، اپنے دن رات کے آرام کو اللہ کی رضا کی خاطر قربان کرنے کے باوجود، دو وجوہات سے آنحضرت ﷺ توبہ کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اوّل یہ کہ آپؐ جانتے تھے کہ جتنی میری تمنا ہے، جتنی میری خواہش ہے اس تمنا کے مطابق میں خدا کی راہ میں قربانی نہیں کر سکا یعنی اتنی غیر معمولی بڑھی ہوئی تمنا تھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں قربانیاں دینے کی کہ تمام بنی نوع انسان سے سبقت لے جانے کے باوجود، تمام نبیوں کے سردار کہلانے کے باجود، باوجود اس کے کہ بار بار اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی رضا کی خبریں دی اور مسلسل آپؐ سے محبت اور پیار کی باتیں کرتا رہا، پھر بھی جو تمنا آپؐ کی تھی کہ میں سب کچھ خدا کی راہ میں جھونک دوں آپؐ کو یہ احساس رہتا تھا کہ شاید وہ پورا نہیں ہو سکا۔ ان معنوں میں توبہ ہے۔ کہاں گناہگاروں کی توبہ کہاں ایک عارف باللہ اور معصوم کی توبہ! ان دونوں کے اندر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان کے گناہوں کے معیار بدل جاتے ہیں یعنی ان کے تصورات میں جو چیز گناہ کہلاتی ہے وہ بالکل اور چیز ہے اس تصور گناہ سے جو ایک عام انسان کا تصور ہے اور اس میں بھی درجہ بدرجہ بہت فرق پڑتے چلے جاتے ہیں۔ پس آنحضور ﷺ کی اس حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اور اسی کو وہ گناہ عظیم خیال کرتے ہیں یعنی اپنی ساری طاقتیں صرف کرنے کے باوجود وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی ہم نے حق ادا نہیں کیا اور دوسرا اس وجہ سے ان کو یہ

خیال پیدا ہوتا ہے کہ بشری لوازمات ساتھ لگے رہتے ہیں آخر تھک کر ان کو سونا بھی پڑتا ہے، آخر آرام کے دیگر ذرائع بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں اور وہ حالتیں ان کے نزدیک گناہ بن جاتی ہیں یعنی گناہگار کا عالم تو یہ ہوتا ہے کہ وہ عیاشی میں حد بھی کر دے اور ہر قسم کے آرام اس کو مہیا ہوں تب بھی اس کی یہ تڑپ رہتی ہے کہ ابھی کچھ باقی ہونا چاہئے تھا ابھی پورا نہیں ہو سکا۔ جیسا کہ غالبؔ نے کہا ہے

ے نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

(دیوان غالب صفحہ: ۳۴۶)

کہ میری تمنا تو پوری نہیں ہوئی مجھے تو اور بہت کچھ گناہ کرنے کی حسرتیں باقی تھیں اس لئے جو میں کر سکا ہوں اگر ان پر سزا دینی ہے تو نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی کچھ داد ہو جائے۔ پھر کہتا ہے:

ے دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

(دیوان غالب صفحہ: ۸۳)

تو اصطلاحیں بدل جاتی ہیں ہر شخص کی حالت کے مطابق، وہی اصطلاح مختلف معانی اختیار کر جاتی ہے۔ تو ایک گناہگار جو دن رات گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے اس کی حسرتیں پوری نہیں ہو رہی ہوتیں اور جب وہ گناہ کی بات کرتا ہے تو مراد یہ ہے کہ جتنے میں کر سکا ہوں اس سے بہت زیادہ کرنے کی تمنا تھی اور ایک نبی اور پھر نبیوں میں سے سب سے بڑا، نبیوں کا شہزادہ، نبیوں کا سردار، نبیوں میں سب سے اقرب و افضل حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ جب گناہ کی بات کرتے ہیں تو اس کا مضمون ہی بالکل مختلف ہے۔ وہ تھوڑا سا آرام جو آپؐ کو میسر آتا تھا وہ آپؐ کے نزدیک گناہ تھا کہ کاش! مجھ میں طاقت ہوتی کہ میں اس آرام کو بھی ترک کر کے خدا کے لئے کچھ اور کام کر لیتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اور اسی کو وہ گناہ عظیم خیال کرتے ہیں اور اسی خیال سے وہ نعرے مارتے اور روتے اور درد سے بھر جاتے ہیں اور دائم استغفار میں رہتے ہیں مگر خشک مولوی جن کے دامن میں بجز ہڈیوں کے کچھ نہیں وہ اس روحانیت کو کیا

جانتے ہیں؟ بے گناہ ہونے کے اطمینان کسی نبی نے بھی ظاہر نہیں کئے۔ جو دنیا میں افضل الرسل اور خاتم الرسل گزرا ہے اس کے منہ سے بھی یہی نکلا رَبَّـنَـا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَبَاعِدۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ خَطٰیٰنَا “

اے ہمارے رب، ہماری بخشش فرما اور ذنوب معاف فرما دے یعنی وہ نیکیوں کی حسرتیں جو ہم پوری نہیں کر سکے ان حسرتوں پر ہماری پکڑ نہ فرما۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ جتنی نیکی ہمیں کرنی چاہئے تھی وہ نہیں کر سکے یہ ہمارا گناہ ہے جو ہمیں غم کی طرح کھائے جا رہا ہے تو ہمیں بخش دے۔ اور جہاں تک آئندہ کا تعلق ہے بَـاعِـدۡ بَیۡـنَنَا وَ بَیۡنَ خَطٰیٰنَا ہمیشہ ہمارے درمیان اور ہماری خطایا کے درمیان فاصلے پیدا کرتا چلا جا، بڑھاتا چلا جا فاصلے۔

پس یہ دونوں مضامین جو مغفرت کے انتہائی اعلیٰ معنی ہیں یہ اس آیت کریمہ میں بیان ہوئے آنحضرت ﷺ کے متعلق جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اور آنحضرت ﷺ ہمیشہ فرماتے تھے کہ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا اور آپؐ سب سے زیادہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے آپؐ کے حق میں فرمایا:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۲﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۳﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۴﴾ (النصر)

اس سورۃ کی ایک بالکل نئی اور اچھوتی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ سورۃ آنحضرت ﷺ کے قرب زمانۂ وفات میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ زور دے کر اپنی نصرت اور تائید اور تکمیل مقاصدِ دین کی خبر دیتا ہے کہ اب تو اے نبیؐ خدا کی تسبیح اور تحمید کر اور خدا سے مغفرت چاہ۔ وہ

توّاب ہے۔ اس موقع پر مغفرت کا ذکر کرنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب کام تبلیغ کا ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا کر کہ اگر خدمتِ تبلیغ کے دقائق میں کوئی فروگذاشت ہوئی ہو تو خدا اس کو بخش دے۔ موسیٰؑ بھی توریت میں اپنے قصوروں کو یاد کر کے روتا ہے اور جس کو عیسائیوں نے خدا بنا رکھا ہے کسی نے اس کو کہا کہ اے نیک استاد! تو اس نے جواب دیا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ نیک کوئی نہیں مگر خدا۔ یہی تمام اولیاء کا شعار رہا ہے۔ سب نے استغفار کو اپنا شعار قرار دیا ہے بجز شیطان کے''۔

(براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ: ۲۷۰، ۲۷۱)

پھر مزید فرماتے ہیں

''چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی تمام استغفار اسی بنا پر ہے کہ آپؐ بہت ہی ڈرتے تھے کہ جو خدمت مجھے سپرد کی گئی ہے یعنی تبلیغ کی خدمت اور خدا کی راہ میں جانفشانی کی خدمت اس کو جیسا کہ اس کا حق تھا میں ادا نہیں کر سکا اور اس خدمت کو آنحضرت ﷺ کے برابر کس نے ادا کیا؟ کسی نے ادا نہیں کیا مگر خوف، عظمت اور ہیبتِ الٰہی آپؐ کے دل میں حد سے زیادہ تھا اور اسی لئے دوام استغفار آپؐ کا شغل تھا''۔

اب دیکھئے دعوت الی اللہ کا کتنا بڑا کام اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سونپا اور وہی کام آج ہماری طرف منتقل کیا گیا ہے وہ سارا بوجھ آج ہمارے کمزور کندھوں پر ہے۔ پس ان معنوں میں جن معنوں میں آنحضرت ﷺ استغفار فرمایا کرتے تھے کتنی بڑی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر عائد ہوتی ہے کہ ہم ان معنوں میں استغفار کریں، کثرت کے ساتھ دعوت الی اللہ کا حق ادا کرتے چلے جائیں اور پھر ہرگز تکبّر کو پاس نہ پھٹکنے دیں، یہ وہم و گمان بھی نہ کریں کہ ہم نے کمال کر دیا ہے۔ نہایت عاجزی سے روتے ہوئے اپنے رب سے یہ عرض کریں کہ اے خدا! تیرا سب سے کامل نبیؐ جس سے بہتر حقوق کی ادائیگی کسی نے نہیں کی تھی، جس سے بڑا امین کوئی دنیا میں پیدا نہ ہوا، نہ ہو سکتا ہے نہ ہوگا، جس نے تیری ہر امانت کا حق پورا پورا ادا کیا، اگر اس کے باوجود اس کے دل کی یہ کیفیت تھی کہ وہ

دعوت الی اللہ کے کام میں حد کر دینے کے بعد بھی یہی سمجھتا رہا اور اس غم میں روتا رہا کہ اے خدا! میں اس حق کو پوری طرح ادا نہیں کر سکا، تو ہم عاجزوں اور کمزوروں کا کیا حال ہوگا۔ پس تو ہم سے بھی مغفرت کا سلوک فرما اور ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما، ہماری توبہ کو قبول کر اور ہمیں دعوت الی اللہ کی اس رنگ میں توفیق عطا فرما کہ جس سے تو راضی ہو جائے اور تیرے راضی ہونے کے باوجود ہماری تمناؤں کو بڑھاتا چلا جا اور اتنا بڑھا کہ ہم اور رضا کے طالب ہوتے چلے جائیں، پھر اور رضا کے طالب ہوتے چلے جائیں پھر اور رضا کے طالب ہوتے چلے جائیں اور آخر تک یہی سمجھتے رہیں اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ یہ سمجھتے رہیں کہ ہم نے تو حق ادا نہ کیا، تو محض اپنی مغفرت کی وجہ سے ہم پر راضی رہا اور راضی ہوتا چلا گیا۔ اے خدا! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جان دیں، آخری سانس ہمارا اس حالت میں نکلے کہ ہم تجھ سے مغفرت کے طالب ہوں اور تو ہمیں مغفرت کی خوشخبری دے رہا ہو۔ آمین۔